''یہ خدا کا رعب ہے جو اس نے کفار کے دلوں پر مسلّط کر دیا ہے''

''اللہ اس کا مددگار ہے جو اللہ کا مددگار ہے اور وہ اس کو رُسوا کرنے والا ہے جس نے اس کا انکار کیا''

اخلاص و وفا کے پیکر بدری اصحاب رسول ﷺ حضرت عُبَیْد بن ابو عُبَیْد انصاری اَوْسِی، حضرت عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ، حضرت عبد اللہ بن عمیر، حضرت عمرو بن حارث، حضرت عبد اللہ بن کعب، حضرت عبد اللہ بن قیس، حضرت سلمہ بن اسلم، حضرت عقبہ بن عثمان، حضرت عبد اللہ بن سہل، حضرت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سیرت مبارکہ کا دلنشین تذکرہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی نواسی اور
حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ممانی
مکرمہ صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی وفات پر
ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جمعہ کے بعد نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03/ مئی 2019ء بمطابق 03/ ہجرت 1398 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آج جن بدری صحابہ کا مَیں ذکر کروں گا ان میں پہلا نام ہے حضرت عُبَیدؓ۔ ان کا پورا نام حضرت عُبَیْد بن ابوعُبَید انصاری اَوْسِیؓ تھا۔ ابن ہشام کے مطابق آپؓ قبیلہ اَوس کے خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عُبَیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شامل ہوئے تھے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ المجلد الثالث صفحہ 538-539 دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ465، اَلْأَنْصَارُ وَمَنْ مَعَهُمْ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان2001ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء3 صفحہ243 وَمِنْ حُلَفَاءِ بَنِي ظَفَرَ، عُبَيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، دارا لاحیاء التراث العربی بیروت لبنان1996ء)اس سے زیادہ ان کی مزید تفصیل نہیں ہے۔

دوسرے صحابی جن کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عبد اللہ بن نُعمان بن بَلْدَمَہؓ ہے۔حضرت عبد اللہ کے دادا کا نام بَلْدَمَہ یا بَلْذَمَہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔حضرت عبد اللہ بن نعمانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو خُنَاس سے تھا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 471، ذِكْرُ الْأَنْصَارِ وَمَنْ مَعَهُمْ / مِنْ بَنِي خُنَاس، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)(الاصابہ فی تمییز الصحابہ الجزء الرابع صفحہ213 ،عَبْدُ اللهِ بْنُ النُّعمان ،دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2005ء)

حضرت عبد اللہ بن نعمانؓ حضرت ابو قتادہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔حضرت عبد اللہ بن نعمانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 293 طَبَقَاتُ الْبَدْرِيِّينَ مِنَ الْأَنْصَارِ / عَبْدُ اللهِ بْنُ النُّعمان، دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

پھر جن صحابی کا ذکر کرنا ہے ان کا نام ہے حضرت عبد اللہ بن عمیرؓ۔حضرت عبد اللہ بن عمیرؓ کا تعلق قبیلہ بَنُو جِدَارَہ سے تھا۔آپؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ایک قول کے مطابق آپ کے والد کا نام عُمَیر کے بجائے عُبَید بھی بیان ہوا ہے۔اسی طرح بعض نے آپؓ کے دادا کا نام عَدِی بیان کیا ہے جبکہ بعض نے حَارِثَہ بیان کیا ہے۔ابن ہشام نے آپؓ کا قبیلہ بَنُو جِدَارَہ بیان کیا ہے جبکہ ابن اسحاق نے بنو حَارِثَہ بیان کیا ہے۔(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ467، الانصار ومن معھم/من بنی جدارۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت2001ء)(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 277، عبداللہ بن عمیر، دار احیاء التراث العربی 1996ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر العسقلانی الجزء الرابع، صفحہ172، عبداللہ بن عمیر، دار الکتب العلمیہ بیروت2005ء) دونوں ہی تاریخ لکھنے والے ہیں۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عَمرو بن حارثؓ ہے۔حضرت عَمروؓ کا تعلق قبیلہ بنو حارث سے تھا۔بعض نے آپؓ کا نام عمرو بیان کیا ہے جبکہ دیگر آپؓ کا نام عامر بھی بیان کرتے ہیں۔آپؓ کی کنیت ابو نَافِع تھی۔حضرت عَمروؓ نے شروع میں ہی مکہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔آپؓ ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں شامل تھے۔آپ کو غزوۂ بدر میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ھشام صفحہ463، باب من حضر بدرا من المسلمین، دار الکتب العلمیہ بیروت2001ء)

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب لابی عمر جلد3 صفحہ 255، عمرو بن حارث، دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)
(اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ لابن اثیر جلد4، صفحہ197، عمرو بن حارث ،دار الکتب العلمیہ بیروت2008ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن کَعبؓ۔ حضرت عبداللہ بن کعب قبیلہ بنو مَازِنْ سے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام کعب بن عَمرو اور آپؓ کی والدہ کا نام رُبَاب بنتِ عبداللہ تھا۔ آپؓ حضرت اَبُولَیْلیٰ مَازَنِیؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ کے ایک بیٹے کا نام حارث تھا جو زُغَیْبَہ بنتِ اَوْس سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ آپؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے روز اموالِ غنیمت پر نگران مقرر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اموالِ خُمس پر نگران بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ تمام دیگر غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن کعبؓ کی وفات مدینے میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں 33 ہجری میں ہوئی اور آپؓ کی نمازِ جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔ آپؓ کی کنیت ابو حارث کے علاوہ ابو یحییٰ بھی بیان کی جاتی ہے۔

(السیرة النبویہ لابن هشام صفحہ475، الانصار ومن معهم / من بنی مازن بن النجار و حلفائهم، دار الکتب العلمیة بیروت 2001) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 268 ”عبداللہ بن کعب بن عمرو“ ۔دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب المجلد الثالث صفحہ105 ”عبداللہ بن کعب المازنی“ دار اکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء) (اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثالث صفحہ 370 ”عبداللہ بن کعب بن عمرو“ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء)

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبداللہ بن قیسؓ۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ قبیلہ بنو نجار سے تھے۔ آپؓ کے دادا کا نام سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں زیادہ تر خَالِد بیان ہوا ہے تاہم طبقات الکبریٰ میں ان کا نام خَلَّدَہ لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ کے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن اور بیٹی کا نام عُمَیرہ تھا۔ ان دونوں کی والدہ کا نام سُعَاد بنتِ قَیْس تھا۔ ان کے علاوہ آپؓ کی ایک اَور بیٹی بھی تھیں جن کا نام اُمِّ عَوْن تھا۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ عبداللہ بن محمد بن عُمَارَہ انصاری کے مطابق آپؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے جبکہ دوسرے قول کے مطابق آپ غزوۂ احد میں شہید نہیں ہوئے بلکہ آپؓ زندہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپؓ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

(السیرة النبویہ لابن ھشام صفحہ474، الانصار ومن معھم / نسب عفراء، دار الکتب العلمیة بیروت 2001)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 258 ”عبداللہ بن قیس“۔ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

تاریخ کی مختلف کتب میں بعض جگہ اختلاف ہو جاتا ہے اس لیے مَیں بیان کر دیتا ہوں۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت سَلَمَہ بن اسلمؓ ہے۔ حضرت سلمہ بن اسلمؓ قبیلہ بنو حارثہ بن حارث سے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام اسلم تھا۔ ایک قول کے مطابق آپ کے دادا کا نام حَرِیْش تھا جبکہ دوسرے قول کے مطابق حَرِیْس تھا۔ آپؓ کی کنیت اَبُوسَعْد تھی۔

(السیرة النبویہ لابن ھشام صفحہ464، الانصار ومن معھم / من بنی عبید بن کعب وحلفائھم، دار الکتب العلمیة بیروت 2001)
(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب المجلد الثانی صفحہ 198 ”سلمہ بن اسلم“ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2002ء)

حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی والدہ کا نام سُعاد بنت رَافِع تھا۔ حضرت سلمہ بن اسلمؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر میں صَائب بن عُبَیْد اور نُعْمان بن عَمْرو کو قید کیا تھا۔ حضرت سلمہ بن اسلمؓ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جنگ جِسر میں شہید ہوئے تھے جو دریائے فرات کے کنارے لڑی گئی تھی۔ اس جنگ کی تفصیل، میں گذشتہ خطبات میں بیان کر چکا ہوں۔ بہت بڑی جنگ تھی جو مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان لڑی گئی تھی اور جِسر پُل کو کہتے ہیں۔ دریا پر ایک پل بنایا گیا تھا۔ اس سے، جِسر نام ہے اس کے ذریعے سے پھر مسلمان دوسرے علاقے میں گئے تھے۔ اور اس جنگ میں ایرانیوں کی طرف سے جنگی ہاتھی بھی استعمال ہوئے تھے۔ بہرحال جنگ میں دونوں فریقین کا بہت نقصان ہوا۔ مسلمانوں کا خاص طور پر بہت نقصان ہوا تھا۔ بوقتِ وفات روایات کے اختلاف کے ساتھ کم و بیش آپؓ کی عمر 38 سال بیان کی جاتی ہے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 236 ”سلمہ بن اسلم“ وَمِنْ حُلَفَاءِ بَنِی عَبْدِ الْأَشْھَلِ بْنِ جُشَمَ۔ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء) (اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ المجلد الثانی صفحہ 516 ”سلمہ بن اسلم“ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان2008ء) (الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد3صفحہ120 سلمہ بن اسلم،دار الفکر بیروت 2001) (تاریخ ابن خلدون مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ271، دارالاشاعت کراچی 2003ء)

علامہ نور الدین حلبی کی مشہور کتاب سیرت حلبیہ میں غزوۂ بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے معجزات کے ضمن میں بیان ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کھجور کی چھڑی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کے ساتھ لڑائی کرو۔ حضرت سلمہ بن اسلمؓ نے جیسے ہی اس چھڑی کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ ایک بہترین تلوار بن گئی اور وہ بعد میں ہمیشہ آپؓ کے پاس رہی۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد2 صفحہ245 ذکر مغازیہ ﷺ غزوۃ بدر الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء)

'شرح زرقانی' اور 'دلائلِ نبوت' میں ہے کہ بدر کے روز حضرت سلمہ بن اسلمؓ کی تلوار ٹوٹ گئی تو خالی ہاتھ رہ گئے اور بغیر کسی ہتھیار کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک چھڑی دیتے ہوئے فرمایا اس کے ساتھ لڑائی کرو تو وہ ایک بہترین تلوار بن گئی جو یومِ جسر میں شہید ہونے تک آپؓ کے پاس رہی۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جزء 2 صفحہ 302 باب غزوۃ بدر الکبریٰ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)
(دلائل النبوۃ للبیھقی جلد3 صفحہ 99 باب ما ذکر فی المغازی من دعائہ۔۔۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت1988ء)

ابن سعد غزوۂ خندق کے ذکر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عُبادہؓ کے پاس تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن اسلمؓ کو دو سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا تھا۔ ان جھنڈوں کے نیچے جو مختلف پارٹیاں تھیں ان پہ نگران مقرر کیے گئے تھے تو حضرت سلمہؓ کو دو سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا گیا تھا اور حضرت زید بن حارثہؓ کو تین سو آدمیوں پر نگران مقرر کیا گیا تھا اور ان کی یہ ڈیوٹی مقرر فرمائی کہ وہ مدینے کا پہرہ دیں گے اور بآوازِ بلند تکبیر پڑھتے رہیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو قُرَیظہ کی طرف سے جہاں بچے وغیرہ حفاظت کی غرض سے رکھے گئے تھے اس جگہ پر حملے کا اندیشہ تھا۔

(عیون الاثر جلد 2 صفحہ 88 غزوۃ الخندق، دار القلم بیروت1993ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی ایک سازش ہوئی تھی اور اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

غزوۂ احزاب کی ذِلّت بھری ناکامی کی یاد نے قریشِ مکہ کے تن بدن میں آگ لگا رکھی تھی اور طبعاً یہ قلبی آگ زیادہ تر ابوسفیان کے حصے میں آئی تھی جو مکہ کا رئیس تھا اور احزاب کی مہم میں خاص طور پر ذِلّت کی مار کھا چکا تھا۔ کچھ عرصے تک ابوسفیان اس آگ میں اندر ہی اندر جلتا رہا مگر بالآخر معاملہ اس کی برداشت

سے باہر نکل گیا اور اس آگ کے مخفی شعلے باہر آنے شروع ہوئے، ان کا اظہار ہونا شروع ہو گیا۔ طبعاً کفار کی سب سے زیادہ عداوت بلکہ درحقیقت اصل عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ تھی اس لیے اب ابوسفیان اس خیال میں پڑ گیا کہ جب ظاہری تدبیروں اور حیلوں اور جنگوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو کیوں کسی مخفی تدبیر سے، (کسی بہانے سے، کسی حیلے سے) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ نہ کر دیا جائے، کیوں ایسی تدبیر نہ کی جائے۔ وہ یہ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کوئی خاص پہرہ نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات آپؐ بالکل بے حفاظتی کی حالت میں اِدھر اُدھر آتے جاتے تھے۔ شہر کے گلی کوچوں میں پھرتے تھے۔ مسجدِ نبویؐ میں روزانہ کم از کم پانچ وقت نمازوں کے لیے تشریف لاتے تھے اور سفروں میں بالکل بے تکلفانہ اور آزادانہ طور پر رہتے تھے۔ اس سے زیادہ اچھا موقع کسی کرایہ دار قاتل کے لیے کیا ہو سکتا تھا؟ یہ خیال آنا تھا کہ ابوسفیان نے اندر رہی اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تجویز پختہ کرنی شروع کر دی۔ جب وہ پورے عزم کے ساتھ اس ارادے پر جم گیا تو اس نے ایک دن موقع پا کر اپنے مطلب کے چند قریشی نوجوانوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا جوان مرد نہیں جو مدینے میں جا کر خفیہ خفیہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دے؟ تم جانتے ہو کہ محمد کھلے طور پر مدینے کی گلی کوچوں میں پھرتا ہے۔ (جس طرح بھی اس نے اپنی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا۔) ان نوجوانوں نے اس خیال کو سنا اور لے اڑے۔ (ان کے دل میں یہ بات رَچ گئی۔) یہ بات نکلے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک بدوی نوجوان ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کی تجویز سنی ہے۔ کسی نوجوان نے بتا دی اور میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ میں ایک مضبوط دل والا اور پختہ کار انسان ہوں جس کی گرفت سخت اور حملہ فوری ہوتا ہے۔ اگر آپ مجھے اس کام کے لیے مقرر کر کے میری مدد کریں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی غرض سے جانے کے لیے تیار ہوں اور میرے پاس ایک ایسا خنجر ہے جو شکاری گدھ کے مخفی پروں کی طرح رہے گا یعنی بہت چھپا ہوا ہے، چھپا کے ایسی حالت میں رکھوں گا۔ سو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کروں گا اور پھر بھاگ کر کسی قافلے میں مل جاؤں گا اور مسلمان مجھے پکڑ نہیں سکیں گے اور میں مدینے کے رستے کا بھی خوب ماہر ہوں۔ ابوسفیان بڑا خوش ہوا اس نے کہا کہ بس بس تم ہمارے مطلب کے آدمی ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان نے اسے ایک تیز

رَواونٹنی اور سفر کا زادِ راہ دیا، خرچ دیا اور رخصت کیا اور تاکید کی کہ اس راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔

مکّے سے رخصت ہو کر یہ شخص دن کو چھپتا ہوا اور رات کو سفر کرتا ہوا مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ چھٹے دن مدینے پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لیتے ہوئے سیدھا قبیلہ بنی عبد الاشہل کی مسجد میں پہنچا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چونکہ ان ایام میں نئے سے نئے آدمی مدینے میں آتے رہتے تھے اس لیے کسی مسلمان کو اس کے متعلق شبہ نہیں ہوا کہ کس نیت سے آیا ہے۔ مگر جونہی یہ مسجد میں داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا یہ شخص کسی بری نیّت سے آیا ہے۔ اونچی آواز میں آپؐ نے فرمایا۔ اس تک یہ الفاظ پہنچ گئے، وہ یہ الفاظ سن کر اَور بھی تیزی کے ساتھ آپؐ کی طرف بڑھا مگر ایک انصاری رئیس اُسَید بِن حُضَیر فوراً لپک کر اس کے ساتھ لپٹ گئے اور اس جدوجہد میں ان کا ہاتھ اس کے چھپے ہوئے خنجر پر بھی جا پڑا۔ پھر وہ گھبرا کر بولا کہ میرا خون میرا خون۔ یعنی تُو نے مجھے زخمی کر دیا۔ جب اسے مغلوب کرلیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کس ارادے سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میری جان بخشی کی جائے تو میں بتادوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اگر تم ساری بات سچ سچ بتادو تو پھر تمہیں معاف کر دیا جائے گا۔ جس پر اس نے سارا قصّہ من وعن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا اور یہ بھی بتایا کہ ابوسفیان نے اس سے اِس قدر انعام کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ شخص چند دن تک مدینے میں ٹھہرا اور پھر اپنی خوشی سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کے، مسلمانوں کے ساتھ رہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گیا۔ اسلام لے آیا۔

ابوسفیان کی اس خونی سازش نے اس بات کو آگے سے بھی زیادہ ضروری کر دیا کہ مکّے والوں کے ارادے اور نیت سے آگاہی رکھی جائے۔ تاکہ پتا لگے کہ ان کی کیا نیّت ہے کہ اس طرح کی خفیہ سازشیں بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے اپنے دو صحابی عمرو بن امیہ ضَمُرِیؓ اور سلمہ بن اسلمؓ، جن کا ذکر ہو رہا ہے، ان کو مکّے کی طرف روانہ فرمایا اور ابوسفیان کی اس سازشِ قتل اور اس کی سابقہ خون آشام کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے انہیں یہ بھی اجازت دے دی کہ اگر موقع پائیں تو بے شک اسلام کے اس حربی جنگی دشمن کا خاتمہ کر دیں۔ مگر جب امیہ اور ان کا ساتھی مکہ میں پہنچے تو قریش ہوشیار ہو گئے

اور یہ دو صحابی اپنی جان بچا کر مدینے کی طرف واپس لوٹ آئے۔ راستے میں انہیں قریش کے دو جاسوس مل گئے جنہیں رؤسائے قریش نے مسلمانوں کی حرکات وسکنات کا پتا لینے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اب یہ بھی کوئی تعجب نہیں کہ یہ تدبیر بھی قریش کی کسی اَور خونی سازش کا پیش خیمہ ہو، جیسے پہلے ایک آدمی کو بھیجا تھا۔ ان کو بھی بھیجا ہو کہ سازش کر کے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل کریں مگر خدا کا ایسا فضل ہوا کہ امیہ اور سلمہ بن اسلم کو ان کی جاسوسی کا پتا چل گیا جس پر انہوں نے ان جاسوسوں پر حملہ کر کے انہیں قید کر لینا چاہا مگر انہوں نے سامنے سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ اس لڑائی میں ایک جاسوس تو مارا گیا اور دوسرے کو قید کر کے وہ اپنے ساتھ مدینے میں واپس لے آئے۔

اس سریہ کی تاریخ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ابن ہشام اور طبری اسے 4 ہجری میں بیان کرتے ہیں مگر ابن سعد نے اسے 6 ہجری میں لکھا ہے۔ علامہ قُسطَلَانی اور زَرْقَانِی نے ابن سعد کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اُن ساروں کی (تحقیق کا) تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لہٰذا میں نے بھی اسے 6 ہجری میں بیان کیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ واللہ اَعلم۔ ابن سعد کی روایت کے مفہوم کی تائید بیہقی نے بھی کی ہے مگر اس میں اس واقعہ کے زمانہ کا پتا نہیں چلتا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 741 تا 743)

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت سلمہ بن اسلمؓ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ حضرت ام عُمارہ بیان کرتی ہیں کہ میں صلح حدیبیہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھی جبکہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عَبّاد بن بِشرؓ اور حضرت سلمہ بن اسلمؓ دونوں آہنی خود پہنے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ جب قریش کے سفیر سُہَیل بن عَمرو نے اپنی آواز کو بلند کیا تو ان دونوں نے اسے کہا کہ اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دھیما رکھو، آہستہ رکھو، ہلکی رکھو۔ (کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 93 باب غزوة الحديبية، دار الكتب العلمية بيروت 2004ء) یہ ان کی ایک خاص خدمت کا ذکر ہے جو اس موقعے پر بیان ہوا۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام حضرت عُقْبَہ بن عثمانؓ ہے۔ حضرت عُقْبَہ بن عثمانؓ کی والدہ کا نام ام جَمِیل بنت قُطْبَہ تھا۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحه 300 وَمِنْ بَنِي زُرَيْقِ بنِ عَامِرِ بنِ زُرَيْقٍ ... دار احياء التراث العربی

بیروت لبنان 1996ء)

حضرت عُقْبَہؓ انصار کے قبیلہ بَنُوزُرَیْق میں سے تھے۔حضرت عقبہؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت سعد بن عثمانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔مختلف تاریخی کتب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقعے پر جو چند لوگ حملے کی شدت سے وقتی طور پر بھاگ اٹھے تھے ان میں سے دو شخص حضرت عقبہ بن عثمانؓ اور حضرت سعد بن عثمانؓ بھی تھے۔ یہاں تک کہ وہ اَعْوَص کے بالمقابل ایک پہاڑ جَلْعَبْ پر پہنچ گئے اور تین روز تک وہاں قیام کیا۔ اَعْوَص مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔ پھر جب وہ دونوں واپس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَقَدْ ذَهَبْتُمْ فِيهَا عَرِيْضَةً۔ یعنی تم اس طرف چل دیے جس میں کشادگی تھی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ الجزء الرابع صفحہ 54-55 عُقْبَۃ بِنْ عُثْمَانَ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)
(جامع البیان فی تأویل القرآن، معروف تفسیر طبری جزء 4 صفحہ 183-184، سورۃ آل عمران زیر آیت 156 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)(معجم البلدان جزء 1 صفحہ 180 زیر لفظ اعوص)

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چشم پوشی فرمائی اور ان کی غلطی سے درگزر فرمایا۔ کوئی باز پرس نہیں کی۔

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبد اللہ بن سہلؓ۔حضرت عبد اللہ بن سہلؓ کا تعلق قبیلہ بنی زَعُوْرَاء سے تھا جو کہ بنو عبد الاشہل کے حلیف تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ غسّانی تھے۔حضرت عبد اللہ کے دادا کا نام بعض نے زید اور بعض نے رافع بھی بیان کیا ہے۔حضرت عبد اللہ کی والدہ کا نام صَعْبَہ بنت تَیِّہَان تھا جو حضرت اَبُوالْهَيْثَم بن تَيِّهَانؓ کی بہن تھیں۔ آپؓ حضرت رافع بن سہلؓ کے بھائی تھے۔حضرت عبد اللہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ آپؓ کے بھائی حضرت رافعؓ آپؓ کے ہمراہ غزوۂ احد اور خندق میں شریک ہوئے۔حضرت عبد اللہ غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ بنو عُوَیْف کے ایک شخص نے آپؓ کو تیر مار کر شہید کیا تھا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 464، الانصار ومن معہم، دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 236، عبد اللہ بن سہل، دار احیاء التراث العربی 1996ء)
(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جلد 3، صفحہ 269 عبد اللہ بن سہل، دار الکتب العلمیہ بیروت 2008ء)

مُغَیْرَہ بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ سے پوچھا کہ کیا آپؓ غزوۂ بدر میں

شریک تھے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ ہاں اَور میں بیعتِ عقبہ میں بھی شامل تھا۔
(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لعلی بن ابی بکر جلد6 صفحہ108، کتاب المغازی والسیر باب قد حضر بدرا جماعۃ،حدیث10044،دارالکتب العلمیہ بیروت2001ء)

حضرت عبداللہ کے غزوۂ حَمْرَاءُ الْاَسَد، جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے، (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 181 زیر لفظ حمراء الاسد) اس میں شامل ہونے کا ذکر بھی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب 'سُبُلُ الْھُدٰی' میں یوں ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سہلؓ اور حضرت رافع بن سہلؓ دونوں بھائی جو قبیلہ بنو عبدالاشہل میں سے تھے جب وہ دونوں غزوۂ احد سے واپس آئے تو وہ شدید زخمی تھے۔ جنگ میں زخمی ہو گئے اور حضرت عبداللہ زیادہ زخمی تھے۔ جب ان دونوں بھائیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حَمْرَاءُ الْاَسَد کی طرف جانے اور اس میں شمولیت کی بابت آپؐ کے حکم کے بارے میں سنا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ بخدا اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ میں شرکت نہ کر سکے تو یہ ایک بہت بڑی محرومی ہو گی۔ زخمی حالت میں تھے لیکن اس کے باوجود بھی ایک جذبہ تھا۔ ایمان میں پختگی تھی۔ پھر کہنے لگے بخدا ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں ہے جس پر ہم سوار ہوں اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ ہم کس طرح یہ کام کریں۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ آؤ میرے ساتھ ہم پیدل چلتے ہیں۔ حضرت رافعؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے تو زخموں کی وجہ سے چلنے کی سکت بھی نہیں ہے۔ آپؓ کے بھائی نے کہا کہ آؤ ہم آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گرتے پڑتے چلنے لگے۔ حضرت رافعؓ نے کبھی کمزوری محسوس کی تو حضرت عبداللہ نے حضرت رافعؓ کو اپنی پیٹھ پر اٹھالیا۔ کبھی وہ پیدل چلنے لگے۔ ایسی حالت تھی کہ دونوں ہی زخمی تھے لیکن جو بہتر تھے وہ زیادہ زخمی کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلتے رہے۔ کمزوری کی وجہ سے بعض دفعہ ایسی حالت ہوتی تھی کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ عشاء کے وقت وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ اس وقت آگ جلا رہے تھے۔ ایک ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ رات کا وقت تھا تو آپ دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے پر حضرت عَبَّاد بِن بِشْرؓ متعین تھے۔ جب یہ پہنچے وہاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے، دونوں سے پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں روکے رکھا تو ان دونوں نے اس

کا سبب بتایا کہ کیا وجہ ہوگئی۔ اس پر آپؐ نے ان دونوں کو دعائے خیر دیتے ہوئے فرمایا اگر تم دونوں کو لمبی عمر نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ تم لوگوں کو گھوڑے اور خچر اور اونٹ بطور سواریوں کے نصیب ہوں گے۔ ابھی تو تم گرتے پڑتے پیدل آئے ہو لیکن لمبی زندگی پاؤ گے تو یہ دیکھو گے کہ یہ سب سواریاں تمہیں میسر آجائیں گی لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لیکن وہ تمہارے لیے تم دونوں کے اس سفر سے بہتر نہیں ہوں گی جو تم نے پیدل گرتے پڑتے کیا ہے۔ (سُبُل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد لمحمد بن یوسف، جلد4 صفحہ310، الباب الرابع عشر فی غزوہ حمراء الاسد، دار الکتب العلمیہ بیروت1993ء) جو اِس کا ثواب ہے اور جو اِس کا اجر ملے گا اور جو اِس کی برکات ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

غزوہ حَمْرَاءُ الْاَسَد کی تفصیل کہ یہ کیا تھا جس کے لیے یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے تھے اس کے بارے میں کچھ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے۔ نبی کریم اور آپؐ کے اصحابؓ کی غزوۂ احد سے واپسی اور غزوۂ حَمْرَاءُ الْاَسَد کی تفصیل اس طرح ہے کہ احد کی جنگ کے بعد مدینہ میں جو رات تھی ایک سخت خوف کی رات تھی کیونکہ باوجود اس کے کہ بظاہر لشکرِ قریش نے مکہ کی راہ لے لی تھی یہ اندیشہ تھا کہ یہ فعل مسلمانوں کو غافل کرنے کی نیت سے نہ ہو۔ بظاہر تو احد کی جنگ میں وہ جیتے ہوئے تھے اور مکہ واپس لوٹ رہے تھے لیکن مسلمانوں کو یہ فکر تھی کہ کہیں یہ نہ ہو کہ یہ بھی کوئی چال ہو اور مدینے پر حملہ کرنے کے لیے پھر واپس لوٹ آئیں اور اچانک لوٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں۔ لہٰذا اس رات کو مدینے میں اسی احتیاط کی وجہ سے، شک کی وجہ سے پہرے کا انتظام کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا خصوصیت سے تمام رات صحابہ نے پہرہ دیا۔

صبح ہوئی تو پتا لگا کہ یہ اندیشہ محض خیالی نہیں تھا کیونکہ فجر کی نماز سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ قریش کا لشکر مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ٹھہر گیا ہے اور رؤسائے قریش میں یہ سرگرم بحث جاری ہے کہ اس فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیوں نہ مدینے پر حملہ کر دیا جائے اور بعض قریش ایک دوسرے کو طعنہ دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال و متاع پر قابض ہوئے، قبضہ کیا بلکہ جب تم ان پر غالب آئے اور تمہیں یہ موقع ملا کہ تم ان کو ملیا میٹ کر دیتے تو تم انہیں یونہی چھوڑ کر واپس چلے آئے ہو تا کہ وہ پھر زور پکڑ جائیں۔

پس اب بھی موقع ہے کہ واپس چلو اور مدینے پر حملہ کر کے مسلمانوں کی جڑ کاٹ دو۔اس کے مقابل بعض دوسرے یہ بھی کہتے تھے کہ تمہیں ایک فتح حاصل ہوئی ہے۔اسے غنیمت سمجھو اور مکہ واپس لوٹ چلو۔ایسا نہ ہو کہ یہ شہرت بھی کھو بیٹھو جو تمہیں حاصل ہوئی ہے اور یہ فتح جو ہے وہ شکست کی صورت میں بدل جائے کیونکہ اب اگر تم لوگ واپس لَوٹے اور مدینے پر حملہ آور ہوئے تو یقیناً مسلمان جان توڑ کر لڑیں گے اور جو لوگ احد میں شامل نہیں ہوئے تھے وہ بھی میدان میں نکل آئیں گے۔مگر بالآخر جوشیلے لوگوں کی رائے غالب آئی اور قریش مدینہ کی طرف واپس لوٹنے کے لیے تیار ہو گئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فوراً اعلان فرمایا کہ مسلمان تیار ہو جائیں مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ سوائے ان لوگوں کے جو احد میں شریک ہوئے تھے اَور کوئی شخص ہمارے ساتھ نہ نکلے۔چنانچہ احد کے مجاہدین جن میں سے اکثر زخمی تھے (اور دو زخمیوں کا ذکر تو میں نے کر ہی دیا) اپنے زخموں کو باندھ کر اپنے آقا کے ساتھ ہو لیے اور لکھا ہے کہ اس موقعے پر مسلمان ایسی خوشی اور جوش کے ساتھ نکلے کہ جیسے کوئی فاتح لشکر فتح کے بعد دشمن کے تعاقب میں نکلتا ہے۔آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حَمْرَاءُ الْاَسَد میں پہنچے جہاں دو مسلمانوں کی نعشیں، لاشیں ان کو میدان میں پڑی ہوئی ملی تھیں۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ یہ وہ جاسوس تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پیچھے روانہ کیے تھے مگر جنہیں قریش نے موقع پا کر قتل کر دیا تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کو ایک قبر کھدوا کر اس میں اکٹھا دفن کروا دیا اور اب چونکہ شام ہو چکی تھی آپؐ نے وہیں ڈیرا ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میدان میں مختلف مقامات پر آگ روشن کر دی جائے۔وسیع جگہ پر آگیں جلا دی جائیں۔چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے حَمْرَاء الْاَسَد کے میدان میں پانچ سو آگیں شعلہ زن ہو گئیں جو ہر دُور سے دیکھنے والے کے دل کو مرعوب کرتی تھیں۔بڑا رعب پڑنے لگ گیا۔مختلف لوگ سمجھیں کہ یہ آبادی ہے اور بڑے بڑے مختلف کیمپ بنے ہوئے ہیں۔غالباً اسی موقع پر قبیلہ خُزَاعَہ کا ایک مشرک رئیس مَعْبَد نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے احد کے مقتولین کے متعلق اظہارِ ہمدردی کی اور پھر اپنے راستے پر روانہ ہو گیا۔دوسرے دن جب وہ مقام رَوْحَاء (یہ بھی ایک مقام ہے، جگہ ہے جو مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔وہاں) پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ قریش کا لشکر وہاں ڈیرا ڈالے پڑا ہے (جو بحث کر کے

واپس مدینہ میں آ رہے تھے) اور مدینہ کی طرف واپس چلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مَعْبَد فوراً ابوسفیان کے پاس گیا اور اسے جا کر کہنے لگا کہ تم کیا کرنے لگے ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے تو ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کو حَمْرَاء الْاَسَد میں چھوڑا ہے۔ میں انہیں وہاں چھوڑ کر آیا ہوں اور ایسا بارعب لشکر ہے جو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور احد کی ہزیمت کی ندامت، (جو جنگ ہاری ہے اس کی ندامت) میں ان کو اتنا جوش ہے کہ تمہیں دیکھتے ہی وہ بھسم کر دیں گے، کھا جائیں گے، ختم کر دیں گے۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں پر معبد کی ان باتوں سے ایسا رعب پڑا کہ وہ مدینے کی طرف لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے فوراً مکّے کی طرف روانہ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکرِ قریش کے اس طرح بھاگ نکلنے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ یہ خدا کا رعب ہے جو اس نے کفار کے دلوں پر مسلط کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حَمْرَاء الْاَسَد میں دو تین دن اَور قیام فرمایا اور پھر پانچ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینے میں واپس تشریف لے آئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 504-505)(لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 149 زیر لفظ روحاء)

اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام حضرت عُتْبَہ بن رَبِیعہؓ ہے۔ حضرت عتبہؓ کا تعلق کس قبیلے سے تھا اس کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُتْبَہ بن رَبِیعہؓ قبیلہ بنو لَوْذَان کے حلیف تھے اور ان کا تعلق قبیلہ بَھْرَاء سے تھا۔ بعض کے نزدیک آپؓ قبیلہ اَوس کے حلیف تھے۔ بہرحال آپؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یرموک میں شامل ہونے والے امراء میں سے ایک کا نام عتبہ بن ربیعہ ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہی وہ صحابی ہیں۔

(السیرة النبویة لابن ھشام صفحہ 469 "الانصار ومن معھم/ من بنی لوذان وحلفائھم" دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان 2001ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 284 عُتْبَةُ بِنْ رَبِیْعَةَ بِنْ خَالِدْ داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان 1996ء)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 4 صفحہ 360 عُتْبَةُ بِنْ رَبِیْعَةَ بِنْ خَالِدْ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2005ء)

جنگِ یرموک کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ 12؍ ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج کی ادائیگی سے واپس مدینہ تشریف لائے تو آپؓ نے 13؍ ہجری کے آغاز میں مسلمانوں کی فوجوں کو

ملکِ شام کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ کو فلسطین کی طرف، یزید بن ابوسفیان، حضرت اَبُوعُبَیْدَہ بن الجرّاحؓ اور حضرت شُرَحْبِیْل بن حَسَنَہؓ کو حکم دیا کہ شام کے بالائی علاقے بلقاء پر سے ہوتے ہوئے تبوکیہ چلے جائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلے خالد بن سعیدؓ کو امیر مقرر کیا تاہم بعد میں ان کی جگہ یزید بن سفیان کو امیر بنالیا۔ یہ لوگ سات ہزار مجاہدین کے ہمراہ ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی لشکر کے امراء اپنی فوجوں کو لے کر شام پہنچے۔ ہرقل خود چل کر حِمص آیا اور رومیوں کا بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس نے مسلمان امراء کے مقابلے کے لیے الگ الگ امیر مقرر کیے۔ دشمن کی تیاری دیکھ کر مسلمانوں پر اور بعض ان میں سے اتنے ایمان والے بھی نہیں تھے، ہیبت طاری ہوگئی کیونکہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت ستائیس ہزار تھی۔ اس صورت حال میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے ہدایت دی کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ کیونکہ جمع ہونے کی صورت میں قلّت تعداد کے باوجود تمہیں مغلوب کرنا آسان نہیں ہوگا۔ تھوڑے ہو اس لشکر کے مقابلے پر لیکن اگر اکٹھے ہو جاؤ گے تو آسانی سے تمہارے پر فتح نہیں پائی جائے گی۔ اگر علیحدہ علیحدہ رہے ہر لیڈر کے اندر تو یاد رکھو تم میں سے ایک بھی ایسا باقی نہیں رہے گا جو کسی آگے والے کے کام آسکے کیونکہ ہم میں سے ہر ایک پر بڑی بڑی فوجیں مسلط کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ یرموک کے مقام پر سب مسلمان فوجیں اکٹھی ہو جائیں۔ یہی مشورہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی مسلمانوں کو بھجوایا اور فرمایا کہ جمع ہو کر ایک لشکر بن جاؤ اور اپنی فوجوں کو مشرکین کی فوجوں سے بھڑا دو۔ تم اللہ کے مددگار ہو۔ اللہ اس کا مددگار ہے جو اللہ کا مددگار ہے اور وہ اس کو رسوا کرنے والا ہے جس نے اس کا انکار کیا۔ تم جیسے لوگ قلّت تعداد کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پیغام بھجوایا کہ بیشک تم تھوڑے ہو لیکن اگر ایمان ہے اور اکٹھے ہو کر لڑو گے تو کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے کیونکہ تم خدا تعالیٰ کی خاطر لڑ رہے ہو۔ فرمایا کہ دس ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اگر گناہوں کے طرفدار بن کر اٹھیں گے تو وہ دس ہزار سے ضرور مغلوب ہو جائیں گے۔ تعداد کی فکر نہ کرو کیونکہ اگر تم دس ہزار ہو یا اس سے بھی زیادہ ہو لیکن اگر وہ گناہ کرنے والے ہیں اور غلط کام کرنے والے ہیں تو پھر ضرور مغلوب ہوں گے لہٰذا تم گناہوں سے بچو۔ اپنے آپ کو پاک بھی کرو اور ایک ہو جاؤ۔ اکائی پیدا کرو اور یرموک میں مل کر کام کرنے کے لیے جمع ہو جاؤ۔ تم میں سے ہر ایک امیر اپنی فوج کے ساتھ نماز ادا کرے۔ صفر 13/ ہجری سے

لے کر ربیع الثانی تک مسلمانوں نے رومی لشکر کا محاصرہ کیا تاہم مسلمانوں کو اس دوران کامیابی نہیں ملی۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بطور کمک کے عراق سے یرموک پہنچنے کا حکم دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس وقت عراق کے گورنر تھے۔حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے قبل تمام امراء الگ الگ اپنی فوج کو لے کر لڑ رہے تھے تاہم حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر تمام مسلمانوں کو ایک امیر مقرر کرنے کی نصیحت کی جس پر سب نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر کرلیا۔ رومیوں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ یا دو لاکھ چالیس ہزار کے قریب بیان کی جاتی ہے اور اس کے مقابل پر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد سینتیس ہزار سے لے کر چھیالیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے، تقریباً پانچواں حصہ تھی۔ رومی لشکر کی طاقت کا یہ عالَم تھا کہ اسّی ہزار کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور چالیس ہزار آدمی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے تا کہ جان دینے کے سوا بھاگنے کا ان کو خیال بھی نہ آئے۔ ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ایسا تھا جن کو اس لیے باندھا گیا تھا کہ صرف انہوں نے لڑنا ہے اور مرنا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور چالیس ہزار آدمیوں نے خود کو اپنی پگڑیوں کے ساتھ باندھا ہوا تھا اور اسی ہزار سوار اور اسّی ہزار پیدل تھے۔ بے شمار پادری لشکر کو جوش دلانے کے لیے رومی لشکر کے ساتھ تھے۔ اسی جنگ کے دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمادی الاولیٰ میں بیمار ہوئے اور جمادی الاخریٰ میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خالدؓ نے اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کو بہت سارے دستوں میں تقسیم کر دیا جن کی تقسیم چھتیس سے لے کر چالیس تک بیان کی جاتی ہے لیکن ایک ہی امیر کے تحت لڑ رہے تھے۔ ان دستوں میں سے ایک دستے کے نگران حضرت عتبہ بن ربیعہؓ تھے۔حضرت خالدؓ نے کہا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہماری اس ترتیب کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر دشمن کو بظاہر زیادہ نظر آئے گا۔ اسلامی لشکر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار ایسے بزرگ اس لشکر میں تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا ہوا تھا۔سو ایسے صحابہؓ تھے جو غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہو چکے تھے۔فریقین میں بڑی خونریز جنگ کا آغاز ہوا۔ اسی دوران مدینہ سے ایک قاصد خبر لے کر آیا کوئی خبر لے کر آیا۔سواروں نے اسے روکا تو اس نے بتایا کہ سب خیریت ہے مگر اصل واقعہ یہ تھا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کی خبر لایا تھا۔ لوگوں نے قاصد کو حضرت خالدؓ کے پاس پہنچایا اور اس

نے چپکے سے حضرت ابو بکرؓ کی وفات کی خبر دی اور فوج کے لوگوں سے جو کچھ کہا وہ بھی بتادیا کہ میں نے ان کو کچھ نہیں بتایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس سے خط لے کر اپنے ترکش میں تیر رکھنے کی جگہ میں ڈال لیا، کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ خبر لشکر کو معلوم ہوگئی تو پھر ابتری پھیلنے کا خدشہ ہے۔ مسلمان شاید اس طرح نہ لڑیں۔ بہر حال مسلمان ثابت قدم رہے اور شام تک خوب لڑائی ہوئی تاہم رومی لشکر نے پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ اس جنگ میں ایک لاکھ سے زائد رومی فوجی ہلاک ہوئے اور کل تین ہزار مسلمان اس جنگ میں شہید ہوئے۔ ان شہداء میں حضرت عکرمہ بن ابوجہلؓ بھی تھے۔ قیصر کو جب اس ہزیمت کی خبر ملی تو وہ اس وقت حمص میں مقیم تھا وہ فوراً وہاں سے نکل کے بھاگ گیا۔

فتح یرموک کے بعد اسلامی فوجیں پورے ملکِ شام میں پھیل گئیں اور قِنَّسْرِین، اَنْطَاکِیہ، جُوْمَہ، سَرْمِیْن، تِیْزِیْن، قُوْرُس، تَلِّ عَزَاز، دُلُوك، رَعْبَان وغیرہ مقامات پر نہایت آسانی سے فتح حاصل کی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 53 تا 63 ثم دخلت سنۃ ثلاث عشرۃ...... دار الفکر بیروت 2002ء)

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، از شاہ معین الدین احمد ندوی، صفحہ 126، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 326 سنۃ 15 مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت 2012ء)

آج جن صحابہؓ کا ذکر تھا وہ یہی ہے۔ اگلے ذکر اب شاید پھر رمضان کے بعد ہی ہوں گے۔ ان شاء اللہ اب رمضان بھی اگلے ہفتے سے شروع ہونے والا ہے۔

اب ایک ذکر میں کرنا چاہتا ہوں۔ ایک جنازہ نماز جمعہ کے بعد پڑھاؤں گا جو مکرمہ صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ کا ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نواسی تھیں۔ آپؓ کی سب سے بڑی بیٹی کی بڑی بیٹی تھیں اور حضرت مرزا رشید احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امِّ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 30/اپریل کو نوّے سال کی عمر میں، طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں ان کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور اس رشتے سے وہ میری ممانی بھی تھیں۔ حضرت مرزا رشید احمد صاحب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بیٹے تھے اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سب سے بڑی بیٹی امۃ السلام بیگم صاحبہ کی یہ بیٹی تھیں۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ربوہ میں اپنے خاندان کی جس

آخری شادی میں شمولیت فرمائی وہ ان کی شادی تھی۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیگم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی بڑی بہن تھیں۔ ان کے باقی ایک بہن اور تین بھائی ہیں۔

آپ کی ہمشیرہ انیسہ فوزیہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ اپنے والدین کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ اس لیے اکثر فیصلوں میں والدین ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے کیونکہ بڑی سمجھدار بھی تھیں۔ ان پہ بڑا اعتماد کرتے تھے اور یہ بھی اپنے والدین کے اعتماد پر ہمیشہ پورا اتریں اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی بھی پرورش کی۔ اچھی طرح تربیت کرنے کی کوشش کی۔ یہ لکھتی ہیں کہ میرے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے کسی بیٹے کے رشتے کے حوالے سے بات چلی تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ یہ اچھا خاندان ہے۔ اس گھرانے سے دو بہنیں میری بہوئیں ہیں یعنی ایک یہ جن کی وفات کا میں ذکر کر رہا ہوں اور ایک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ کی بیگم۔ فرمایا کہ یہ دو بہنیں میری بہوئیں ہیں جو بہت پیار کرنے والی اور خاندان کو جوڑنے والی ہیں۔

ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ میری والدہ نہایت سادہ، غریب پرور اور ہر کسی کے دکھ سکھ میں کام آنے والی تھیں۔ ضرورت مندوں کا دلی احساس کرتی تھیں۔ خیال رکھتی تھیں اور بڑی ہمدرد تھیں۔ غریبوں کی ہمدرد تھیں۔ ان کی باتیں سن کے آبدیدہ ہو جایا کرتی تھیں۔ جس حد تک مدد ہو سکتی تھی کیا کرتی تھیں۔ اور کوئی مبالغہ نہیں کہ ان میں یہ خصوصیات تھیں۔ اپنے ملازمین کے ساتھ بھی بڑا اچھا سلوک کرتیں بلکہ ان کی ایک بیٹی نے لکھا کہ کس طرح (انہیں) بچوں کی طرح پالا کہ ایک ملازمہ کی جب شادی ہونے لگی تو اس نے کہا کہ مجھے ویسا ہی جہیز چاہیے جیسا آپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا ہے اور پھر اس کے لیے ان کو جہیز بنا کے بھی دیا۔

ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ (کے فضل سے) یہ موصیہ بھی تھیں۔ کل ہی ان کا جنازہ ہوا ہے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی اپنی والدہ کی نیکیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور آپس میں بھی محبت اور پیار سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جماعت سے اور خلافت سے ہمیشہ وابستہ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل 24؍ مئی 2019ء صفحہ 5تا9)